سوال (بھیک مانگنے) کی شرعی حیثیت

مفتی عبید الرحمٰن
مردان

پسِ منظر اور باعثِ تحریر

عصرِ حاضر کے ظروف و احوال نے جن مختلف چیزوں کو مستقل حرفت وکسب کی شکل دی ہے، ان میں سے ایک اہم چیز ''بھیک مانگنا'' بھی ہے، جس کو یہاں کبھی بھیک مانگنے اور کبھی سوال کرنے سے تعبیر کیا جائے گا۔ ان سطور کا باعث یہ ہے کہ اس وقت بھیک مانگنے کی دسیوں صورتیں رائج ہیں، عزت و شرافت کے دور میں جو کام ایک وقتی مجبوری کے طور پر شرما شرمی کے ساتھ ہوتا تھا، ''ترقی وخوشحالی'' کے اس دور میں وہی کام مستقل بنیادوں پر اور پوری جرأت وڈھٹائی کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے۔ بہرحال بھیک مانگنے کی اکثر صورتیں ناجائز ہیں اور سوال کرنے کی کئی صورتیں ایسی بھی ہیں، جن کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ متعدد بار ایسے سوالات آنے اور فقہ وحدیث کی معتبر کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کے باوجود یکجا طور پر مستقل اور جامع تفصیل نہیں مل سکی، اس لیے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ان سطور کے لکھنے کی جسارت ہوئی۔

بھیک مانگنا: احادیث کی روشنی میں

متعدد احادیث میں مسلمانوں کو بھیک مانگنے سے روکا گیا ہے، ان میں سے بعض روایات میں بھیک مانگنے کی اُخروی سزا وعذاب کا ذکر کیا گیا ہے، بعض میں دنیوی لحاظ سے اس کا نتیجہ بیان فرمایا گیا ہے اور بعض میں صراحت کے ساتھ ممانعت فرمائی گئی ہے۔ یہ سب مذمت اور کراہت کے اسالیب ہیں اور جب کسی خاص عمل کے متعلق اس طرح ممانعت وارد ہوجاتی ہے تو اس سے اس عمل کا ناجائز، ممنوع اور گناہ ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مفید کتاب ''إتحاف ذوي المروة والإنافة'' میں سوال کی

مذمت اور کراہت کے متعلق روایات کو یکجا کرنے کوشش فرمائی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے تیس روایات نقل فرمائی ہیں، ان میں چند روایات نقل کر کے باقی کا حاصلِ خلاصہ لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے، اہلِ علم اصل کتاب کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں۔ (۱)

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ما يزال الرجل يسأل الناس حتى يأتي يوم القيامة وليس في وجهه مزعة -أي قطعة - من لحم .''(۲)

ترجمہ: ''آدمی لوگوں سے مانگتا ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی باقی نہیں ہوگا۔''

۲- ''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم قال: والذي نفسي بيده، لأن يأخذ أحدكم حبلهٗ فيحتطب على ظهره، خير لهٗ من أن يأتي رجلًا فيسألهٗ، أعطاه أو منعهٗ .''(۳)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اُٹھا کر لائے، یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی آدمی کے پاس جا کر سوال کرے، خواہ وہ اسے دے یا نہ دے۔''

۳- حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم قال: الذي يسأل من غير حاجة، كالذي يلتقط الجمر .''(۴)

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بلاضرورت سوال کرتا ہے، وہ اس شخص کی مانند ہے جو انگارے چنتا ہے۔''

۴- ''سنن ابی داوٗد'' وغیرہ کتبِ حدیث میں ہے:

''عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم قال: من سأل الناس ولهٗ ما يغنيه جاء يوم القيامة ومسألته في وجهه خموش أو خدوش أو كدوح، قيل وما الغنى؟ قال: خمسون درهمًا أو قيمتها من الذهب .''(۵)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص

لوگوں سے سوال کرے، حالانکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے کفایت کر جائے، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے سوال کا اثر اس کے چہرے پر خراش، زخم یا نشان کی صورت میں ہوگا۔ عرض کیا گیا: غنی ہونے کی حد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچاس درہم یا سونے میں اس کی قیمت۔‘‘

۵- امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں روایت کیا ہے کہ:

’’أن النبي صلی اللہ علیه وآله وسلم قال: المسائل کدوح، یکدح الرجل بها وجهہٗ، فمن شاء أبقی علی وجهه، ومن شاء ترك، غلا أن یسأل الرجل ذا السلطان في أمر لا یجد منه بدًا.‘‘(۶)

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوال کرنا دراصل زخم لگانے کے مترادف ہے، جس کے ذریعے آدمی اپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے۔ پس جو چاہے اپنے چہرے کی آبرو باقی رکھے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے، البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کوئی شخص کسی ناگزیر معاملہ میں صاحبِ اقتدار سے سوال کرے جس کے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ نہ ہو۔‘‘

۶- ’’صحیح ابن حبان‘‘ اور ’’سنن ابی داؤد‘‘ وغیرہ کتب حدیث میں ہے:

’’أن النبي صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وسلم قال: من سأل شیئًا وعندہٗ ما یغنیه، فإنما یستکثر من جمر جهنم، قالوا: وما یغنیه؟ قال قدر ما یغدیه و یعشیه).‘‘(۷)

ترجمہ: ’’جو شخص کسی چیز کا سوال کرے حالانکہ اس کے پاس اتنا ہو جو اسے کفایت کر جائے، تو وہ درحقیقت جہنم کے انگارے زیادہ کر رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کفایت کرنے کی مقدار کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتنی مقدار جو اُسے صبح اور شام کا کھانا مہیا کر دے۔‘‘

بھیک مانگنے کا فقہی حکم اور مختلف صورتیں

مذمت پر مشتمل ان روایات کی وجہ سے تمام فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ:

الف: عام حالات میں سوال کرنا (بھیک مانگنا) ناجائز اور ممنوع ہے۔

ب: البتہ اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ

۱: جس کے پاس ایک دن کے کھانے پینے کا سامان موجود نہ ہو۔(۸)

۲: اس کی قیمت بھی دستیاب نہ ہو۔

۳: اور کمانے کی استطاعت بھی نہ ہو[۹]، تو ایسے شخص کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔ یہ تو اشیاءِ خورد ونوش کے متعلق ہے، جہاں تک لباس کی بات ہے تو اگر کوئی ایسا کپڑا ہو جس سے بدن ڈھانک سکے تو سوال کرنا جائز نہیں ہے، ورنہ درست ہے۔

ج: اگر کوئی شخص واقعتاً اضطراری حالت میں ہو (یعنی فاقے سے جان جانے یا سخت مضرت لاحق ہونے کا خطرہ ہو) اور بھیک مانگے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو تو ایسی صورت میں مانگنا واجب ہے۔ ''فتاویٰ قاضی خان'' میں ہے:

''ولا يحل السؤال لمن كان عندہٗ قوت يوم عند البعض، وقال بعضهم: لايحل السؤال لمن كان كسوباً أو يملك خمسين درهما.''[۱۰]

ترجمہ: ''بعض اہلِ علم کے نزدیک جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں، اور بعض نے فرمایا ہے کہ جس شخص میں کمانے کی طاقت ہو یا وہ پچاس درہم کا مالک ہو، اس کے لیے سوال کرنا حلال نہیں۔''

''تحفة الفقهاء'' میں ہے:

''الغنى الذي يحرم به السؤال ولا يحرم الأخذ ولا الدفع من غير سؤال: قال بعضهم: خمسون درهمًا، وقال عامة العلماء: إذا ملك قوت يومهٖ وما يستر به عورتهٗ فلا يحل له السؤال، فأما إذا لم يكن فلا بأس بهٖ، وأما الفقير إذا كان قويًا مكتسبًا فيحل بهٖ أخذ الصدقة ولا يحل له السؤال.''[۱۱]

ترجمہ: ''وہ مالداری جس کی وجہ سے سوال کرنا حرام ہو جاتا ہے، لیکن بغیر سوال کے لینا اور دینا حرام نہیں ہوتا: بعض اہلِ علم نے اس کی حد پچاس درہم بیان کی ہے، اور جمہور علماء نے فرمایا ہے کہ جب کسی شخص کے پاس ایک دن کا کھانا اور سترِعورت کے لیے کپڑا موجود ہو تو اس کے لیے سوال کرنا حلال نہیں، اور اگر یہ نہ ہو تو اس کے لیے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ رہا فقیر اگر وہ طاقت ور اور کمانے والا ہو تو اس کے لیے صدقہ لینا جائز ہے، لیکن اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں۔''

''تحفة الملوك'' میں ہے:

''الْـمُضْطَر للطعام وَمن اشْتَدَّ جوعهٗ وَعجز عَن كسب قوتهٖ يجب على كل من علم بِحَالهٖ إطعامُهٗ وَإِن لم يعلم بهٖ أحد يجب عَلَيْهِ اَن يسْأَل وَ يُعلم بِحَالهٖ، فَإِن لم يفعل حَتّٰى مَاتَ، كَانَ قَاتل نَفسهٖ. ضَابِطَة جَوَاز السُّؤَال: من لَهٗ قوت

یوْمِہٖ لَا یحل لَہُ السُّؤال وَ یُبَاح لَہُ الْاَخذ.‘‘(۱۲)

ترجمہ:’’جو شخص کھانے کا سخت محتاج ہو، جس کی بھوک شدت اختیار کر جائے اور وہ اپنی روزی کمانے سے عاجز ہو، اس کے بارے میں لازم ہے کہ جو بھی اس کے حال سے واقف ہو وہ اسے کھانا کھلائے۔ اور اگر اس کے حال سے کوئی واقف نہ ہو تو اس پر خود لازم ہے کہ وہ سوال کرے اور لوگوں کو اپنی حالت سے آگاہ کرے، پس اگر وہ ایسا نہ کرے یہاں تک کہ مرجائے تو وہ اپنے نفس کا قاتل شمار ہوگا۔ سوال کے جائز ہونے کا ضابطہ یہ ہے کہ جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو، اس کے لیے سوال کرنا حلال نہیں، البتہ اس کے لیے لینا جائز ہے۔‘‘

’’بدائع‘‘ میں ہے:

’’فإن لم یکن لہٗ قوت یومہٖ ولا ما یستر بہٖ عورتہٗ یحل لہٗ أن یسأل؛ لأن الحال حال الضرورۃ وقد قال اللہ تعالٰی: ’’وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ‘‘ وترک السؤال في ھٰذا الحال إلقاء النفس في التھلکۃ وإنہٗ حرام فکان لہٗ أن یسأل بل یجب علیہ ذٰلک.‘‘(۱۳)

ترجمہ:’’اگر اس کے پاس نہ ایک دن کا کھانا ہو اور نہ ستر عورت کے لیے کپڑا ہو تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ حالت ضرورت کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:’’وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ‘‘ اور اس حالت میں سوال چھوڑ دینا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، اور یہ حرام ہے، لہٰذا اس کے لیے سوال کرنا جائز ہی نہیں، بلکہ واجب ہے۔‘‘

کھانے پینے وغیرہ کی ضرورت کے باب میں تو یہ معیار ہے، البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات قرض وغیرہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے سوال کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ ’’مسند احمد‘‘ میں ہے:

’’عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: ” إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: لِذِيْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ، اَوْ لِذِيْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ، اَوْ لِذِيْ دَمٍ مُوْجِعٍ.‘‘(۱۴)

ترجمہ:’’آپ ﷺ نے فرمایا:’’بے شک سوال کرنا صرف تین قسم کے لوگوں کے لیے جائز ہے: اُس شخص کے لیے جو انتہائی تنگ دست ہو، یا اُس شخص کے لیے جو بھاری قرض میں گھرا ہو، یا اُس شخص کے لیے جس پر خون (دیت) کا بوجھ ہو۔‘‘

’’الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ‘‘ میں ہے:

’’ذَهَبَ جُمْهُورُ الْفُقَهَاءِ إِلٰى اَنَّ مَنْ تَحَمَّلَ بِسَبَبِ إِتْلَافِ نَفْسٍ اَوْ مَالٍ، دِيَةً اَوْ

مَالاً لِتَسْكِيْنِ فِتْنَةٍ وَقَعَتْ بَيْنَ طَائِفَتَيْنِ يَجُوْزُ لَهُ اَنْ يَّسْاَلَ حَتّٰى يُؤَدِّيَ.‘‘(۱۵)

ترجمہ: ’’فقہاء کرام کی اکثریت کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص نے کسی نفس یا مال کی تلفی کی وجہ سے، یا دو گروہوں کے درمیان پیدا ہونے والی فتنہ انگیزی کو ختم کرنے کے لیے کوئی دیت یا رقم اپنے ذمے لی ہو، تو اس کے لیے (لوگوں سے) سوال کرنا جائز ہے، یہاں تک کہ وہ اسے ادا کردے۔‘‘

بھکاری کو دینے کا حکم اور اس کی مختلف صورتیں

خدا کی رضا کے لیے کچھ دینا اصلاً صدقہ ہے جو کہ سنت ہے، چاہے مانگنے والے کو دیا جائے یا یوں ہی مانگے بغیر کسی کو کچھ دیا جائے، دونوں کے متعلق قولی اور فعلی روایات موجود ہیں جس سے سنیت اور استحباب ثابت ہوتا ہے، اس لیے جہاں تک ہو سکے، صدقہ دینے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ تاہم اگر مانگنے والے کو کچھ دینے کی صورت میں شرعی مفاسد کا اندیشہ ہو تو جس قدر مفسدہ اور اس کا خطرہ ہوگا، اس کے مطابق دینے میں کراہت و شناعت پیدا ہوگی۔ اس موقع میں عام طور پر جن مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے، وہ یہ ہیں:

۱: مانگنے والے کی حالت ایسی نہ ہو جس کے لیے شرعاً مانگنے کی اجازت ہو، مثال کے طور پر اس کے پاس ایک دن رات کا ضروری کھانا موجود ہو، یا اس کی قیمت دستیاب ہو، یا کمانے کی طاقت موجود ہو۔

۲: قوی خدشہ ہو کہ دینے کی صورت میں بھیک مانگنے کی عادت پڑ جائے گی اور آئندہ موقع بے موقع مانگنے پر جری ہو جائے گا۔

۳: سوال کرنے کا انداز درست نہ ہو، مثال کے طور اصرار کے ساتھ مانگتا ہو کہ مخاطب مجبور ہو کر خواہ مخواہ کچھ دے دے، مسجد میں صفیں پھلانگ کر مانگے، اپنی حالت بیان کرنے میں جھوٹ سے کام لے، وغیرہ۔

۴: رقم حاصل کر کے ناجائز کاموں میں صرف کرتا ہو، چنانچہ نشہ کے عادی افراد کو دینے میں عام طور پر یہی اندیشہ رہتا ہے۔

یہ، اور ان جیسے مفاسد کا اندیشہ ہو، تو دینے کا شرعی حکم کیا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اکثر فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ ایسی حالت میں کچھ دینا ممنوع ہے۔ بعض نے اس کو ’’حرام‘‘ سے بھی تعبیر فرمایا ہے۔ ’’فتاویٰ بزازیہ‘‘ میں ہے:

’’المختار أن السائل إذا كان لا يمر بين يدي المصلي ولا يتخطى رقاب الناس ولا يسأل الناس إلحافاً ويسأل لأمر لا بد منه لا بأس بالسؤال

والإعطاء.‘‘(١٦)

ترجمہ: ’’صحیح بات یہ ہے کہ سائل (بھیک مانگنے والا) نمازی کے سامنے سے نہ گزرے، لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے، لوگوں سے اصرار کے ساتھ سوال نہ کرے، اور صرف اس امر کے لیے سوال کرے جس کی اُسے سخت ضرورت ہو، تو ایسی صورت میں سوال کرنا اور دینا دونوں جائز ہیں۔‘‘

’’البحر الرائق‘‘ میں ہے:

’’و يكره التصدق على الذي يسأل الناس في المساجد زجراً لهٗ.‘‘(١٧)

ترجمہ: ’’جو شخص مسجد میں مانگے، اسے زجر وممانعت کی غرض سے صدقہ دینا مکروہ (ممنوع) ہے۔‘‘

’’تحفة الملوك‘‘ میں ہے:

’’السُّؤال فِي الْمَسْجِد والسائل فِي الْمَسْجِد: قيل: يحرم إِعْطَاؤهُ وَالْمُخْتَار أنهُ إِذا كَانَ لَا يتخطّى رِقَاب النَّاس وَلَا يمرّ بَين يَدي الْمُصَلِّين وَلَا يسْأَل النَّاس إلحافاً يُبَاح إِعْطَاؤهُ وَإِن كَانَ يفعل وَاحِدَة من هٰذِه الثَّلَاثَة يحرم إِعْطَاؤهُ.‘‘(١٨)

ترجمہ: ’’مسجد میں سوال کرنا اور مسجد میں سائل (بھیک مانگنے والے) کو دینے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اسے دینا حرام ہے۔ لیکن مختار اور پسندیدہ قول یہ ہے کہ اگر وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگتا ہو، نمازیوں کے سامنے سے نہ گزرتا ہو اور لوگوں سے اصرار کے ساتھ سوال نہ کرتا ہو تو اسے دینا جائز ہے۔ اور اگر وہ ان تینوں باتوں میں سے کوئی ایک بھی کرتا ہو تو اُسے دینا حرام ہے۔‘‘

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ایسے شرعی مفاسد کے وقت سائل کو کچھ دینا مکروہ (ناجائز) ہے، اُصولی نقطۂ نظر سے یہ بات معقول ومتوازن بھی ہے، کیونکہ دینا صدقہ ہے جو اگرچہ عام حالات میں مسنون ہے، تاہم جب کوئی جائز یا مسنون چیز ناجائز چیز کا ذریعہ بن جاتی ہو، وہاں اس چیز کی سنیت واستحباب برقرار نہ رہے گا، بلکہ کراہت پیدا ہوگی۔ تاہم یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ حکم وہاں ہے جب قوی قرائن کی وجہ سے غالب گمان کی حد تک بات پہنچ جائے، دینے والے کا غالب گمان یہ ہو کہ اگر میں اس بھیک مانگنے والے کو کچھ دوں گا تو فلاں فلاں مفاسد جنم لیں گے، محض خیال یا وہم کی بنیاد پر اس طرح فیصلہ کرنا مناسب نہیں ہے، اس میں ایک طرف ایک مسلمان کے متعلق بدگمانی کا امکان ہے اور ساتھ صدقہ کے ثمرات سے محرومی بھی ہے۔

بعض آثار میں یہاں تک مضمون بھی آیا ہے کہ اگر کوئی سائل گھوڑے پر سوار ہوکر بھی آئے تو بھی اس کا کچھ نہ کچھ حق بنتا ہے، ''موطا'' میں ہے:

''عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ؛ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: ''اَعْطُوْا السَّائِلَ وَ إِنْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ.''(۱۹)

ترجمہ: ''حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سائل (مانگنے والے) کو دے دو، اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوکر آئے۔''

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح میں فرماتے ہیں:

''قلت: معنى هٰذا الكلام الأمر بحسن الظن بالسائل إذا تعرض لك وأن لا تجبهه بالتكذيب والرد مع إمكان الصدق في أمره، يقول: لا تخيب السائل إذا سألك وإن راقك منظره، فقد يكون له الفرس يركبه ووراء ذلك عيلة ودين يجوز له معهما أخذ الصدقة.''(۲۰)

ترجمہ: ''اس بات کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی سائل آپ کے پاس آئے تو آپ اس کے بارے میں حسنِ ظن رکھیں، اسے جھٹلائیں یا رد نہ کریں، کیونکہ ہوسکتا ہے اس کی بات سچی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سائل کو نا اُمید نہ کریں اگر وہ آپ سے مانگے، خواہ وہ آپ کو خوشحال نظر آئے۔ ممکن ہے اس کے پاس سواری کے لیے گھوڑا ہو، لیکن اس کے پیچھے (معاشی) تنگی اور قرض ہو جو اس کے لیے صدقہ لینا جائز بنا دیتے ہوں۔''

زکوٰۃ وصدقات مانگنا

جن احادیث میں سوال کرنے اور بھیک مانگنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، وہ اپنے مفہوم میں واضح ہیں اور بھیک کی تمام صورتوں کو عام وشامل ہیں، کسی سے یوں ہی خدا کے نام پر کچھ مانگا جائے، یا زکوٰۃ وصدقہ وغیرہ عنوان کے تحت سوال کیا جائے، سب صورتوں کو یہ نصوص عام ہیں اور بھیک مانگنے کی یہ سبھی صورتیں ناجائز ہیں۔ بہت سے لوگ عام شکل میں بھیک مانگنے کو تو جائز نہیں کہتے، لیکن زکوٰۃ مانگنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے۔

یہ بالکل بے جا اور غلط بات ہے، جس طرح عام شکل میں بھیک مانگنا جائز نہیں ہے، یوں ہی زکوٰۃ کی رقم مانگنا بھی درست نہیں ہے۔ ''فتاویٰ قاضی خان'' میں ہے:

''ولا يحل السؤال لمن كان عنده قوت يوم عند البعض، وقال بعضهم:

لا یحل السؤال لمن كان كسوباً أو یملك خمسين درهما ویجوز صرف الزكاة إلى من لا یحل له السؤال إذا لم یملك نصاباً.‘‘(۲۱)

ترجمہ: ’’بعض علماء کے نزدیک اس شخص کے لیے سوال (بھیک مانگنا) جائز نہیں جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو۔ جبکہ بعض دیگر علماء فرماتے ہیں کہ اس شخص کے لیے سوال جائز نہیں جو محنت مزدوری کر سکتا ہو یا جس کے پاس پچاس درہم ہوں۔ نیز اگر کسی کے پاس نصاب (شرعی حد) کی مالیت نہ ہو تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے، خواہ اس کے لیے سوال کرنا جائز نہ ہو۔‘‘

بعض جگہ دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ نفلی عبادات قائم کرنے کے لیے صدقہ وزکوٰۃ کا مطالبہ کرتے ہیں، مثال کے طور پر حج یا عمرہ کرنے کے لیے لوگوں سے زکوٰۃ وصدقات کا مطالبہ کرتے ہیں، ایسا کرنا جائز نہیں، بلکہ مذموم اور گناہ کی بات ہے۔

کسی کے سامنے اپنی ضرورتیں پیش کرنا

کوئی شخص صاف الفاظ میں بھیک تو نہ مانگے، لیکن کسی صاحبِ حیثیت کے سامنے اپنی عجز وکمزوری بیان کرے، اپنی ضرورتیں پیش کرے اور مقصود یہی ہو کہ وہ توجہ دے کر ان ضرورتوں کی تکمیل کردے، یہ بھی سوال کرنے اور بھیک مانگنے کے مترادف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ فقہی ضابطہ ہے کہ: ’’الأمور بمقاصدها.‘‘

کیا ہر سوال ممنوع ہے؟

اس سلسلہ میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سوال کی ممانعت کسی خاص علت کی بنیاد پر فرمائی گئی ہے اور وہ علت ’’سوال کرنے‘‘ کے ساتھ ہر حال میں لازم نہیں ہے، لہٰذا شرعی حکم کا مدار اسی علت پر ہونا چاہیے۔ اگر سوال کی کسی خاص شکل میں ممانعت کی وہ بنیاد موجود ہو تو سوال ناجائز تصور ہوگا، ورنہ نہیں، تاہم عزیمت کا راستہ اور توکل کا اعلیٰ درجہ بہر حال یہی ہے کہ مخلوق سے کسی طرح بھی مدد طلب نہ کی جائے، چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ’’شرح مشکاۃ‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’(فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هٰذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيْءَ الْمَسْأَلَةَ") أيْ: إِذَا كَانَتْ عَلٰى غَيْرِ وَجْهِهَا أَوْ مُطْلَقًا، لِأَنَّ السُّؤَالَ ذُلٌّ فِي التَّحْقِيْقِ وَلَوْ أَيْنَ الطَّرِيْقُ؟‘‘(۲۲)

ترجمہ: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم سوال کرو۔‘‘ یعنی

اگر سوال کرنا اس کے صحیح مقام پر نہ ہو، کیونکہ حقیقت میں سوال کرنا ذلت ہے، اگرچہ صرف یہ پوچھنا کہ راستہ کہاں ہے؟۔''

رہا یہ سوال کہ وہ علت ہے کیا؟ تو بعض فقہاء کی عبارات سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''تذلیلِ نفس'' اس کی اہم علت ہے۔

چنانچہ ''الاختیار'' میں ہے:

''قال: (ومن كان لهٗ قوت يومهٖ لا يحل له السؤال) لقولهٖ عليه الصلاة والسلام: من سأل الناس وهو غني عما يسأل جاء يوم القيامة ومسألتهٗ خدوش أو خموش أو كدوح في وجههٖ ولأنهٗ أذلّ نفسهٗ من غير ضرورة وأنهٗ حرام. قال عليه الصلاة والسلام: لا يحل للمسلم أن يذل نفسهٗ.''(۲۳)

ترجمہ: ''جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو، اس کے لیے سوال (بھیک مانگنا) جائز نہیں۔ اس کی دلیل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''جو شخص لوگوں سے سوال کرے، حالانکہ اسے اس چیز کی ضرورت نہ ہو، تو قیامت کے دن وہ اپنے اس سوال کے اثرات اپنے چہرے پر زخموں، خراشوں یا داغوں کی صورت میں لائے گا۔'' نیز اس لیے کہ اس نے بلاضرورت اپنے آپ کو ذلیل کیا، اور یہ حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔''

''منحة السلوك'' میں ہے:

''قوله: (ومن لهٗ قوت يوم: لا يحل له السؤال)، لأنهٗ يستذل نفسهٗ بلاضرورة. وإنهٗ حرام، لقولهٖ عليه السلام: "حرام على المؤمن أن يذل نفسهٗ.''(۲۴)

ترجمہ: ''جس کے پاس ایک دن کی روٹی ہو، اس کے لیے سوال (بھیک مانگنا) جائز نہیں، کیونکہ اس طرح وہ بلاضرورت اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے، اور یہ حرام ہے۔ اس کی دلیل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''مومن کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرنا حرام ہے۔''

حضرت مولانا فتح محمد تائب صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''عطرِ ہدایہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہر درخواست سوال نہیں، ورنہ لوگوں کے کام رک جائیں گے، بلکہ سوال وہی ہے جو کمالِ عجز و

ابتذال وخساست پر عادۃً وارادۃً مبنی ہو، درج ذیل باتیں ناجائز سوال میں داخل نہیں:
۱- کمالِ بے تکلفی میں۔ ۲- بحقِ قرابت ودوستی وہمسائیگی وشاگردی واستاذی وغیرہ۔
۳- اتفاقیہ کسی مصیبت میں کسی عالی ہمت سے مدد طلب کرنا۔ ۴- بے وقعت چیزوں کو طلب کرنا جیسے: حقہ، پان، تمباکو، پانی وغیرہ طلب کرنا۔ ۵- کوئی چیز عاریت کے طور پر مانگنا۔
۶- قرض مانگنا۔ ۷- کسی خدمت یا کام کا سوال کرنا۔ ۸- باہم رشتہ دار یا دوستوں سے بے تکلفی کے تقاضے سے کوئی چیز مانگ لینا، یہ سوال شرعاً ممنوع نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خدمات واشیاء اپنے مخصوص صحابہ کرامؓ سے طلب فرمائی تھیں۔'' (۲۵)

کچھ ناجائز/ نامناسب رویّے

گزشتہ تفصیل سے واضح ہوجاتا ہے کہ لوگوں سے سوال کرنا بھیک مانگنا اصلاً ممنوع ومذموم ہے، تاہم ایسا کرنا مطلقاً ناجائز نہیں ہے، بلکہ بعض صورتوں میں یہ جائز یا ضروری بھی ہوسکتا ہے، ضروری ہونے کی صورتیں گو بہت ہی نادر اور کمیاب ہیں، تاہم جائز ہونے کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اب کچھ کوتاہیاں تو خود بھیک مانگنے والوں کی طرف سے وجود میں آتی ہیں اور کچھ غلطیاں ایسی ہیں جن کا تعلق ان افراد کے ساتھ ہوتا ہے جن سے بھیک مانگی جاتی ہے۔ اصلاحِ احوال کے لیے دونوں طبقات کی نمایاں غلطیوں کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بھیک مانگنے والوں کی طرف سے درج ذیل کوتاہیاں صادر ہوتی ہیں:

①: جن صورتوں میں شرعاً مخلوق سے مانگنے کی اجازت نہیں ہوتی، ان میں کسی سے کچھ مانگنا۔

②: مانگنے کے وقت خلافِ حقیقت حالات/ باتوں کا اظہار کرنا، خواہ وہ زبان سے ہو یا اپنے عمل وکردار کے لحاظ سے ہو۔

③: تھوڑا مال دیا جائے تو اس پر قناعت نہ کرنا، اس کو واپس کردینا۔

④: اصرار وتکرار کے ساتھ مانگنا کہ مخاطب اپنی عزت بچانے کی خاطر کچھ دے دے یا شرما شرمی میں کچھ دینے پر مجبور ہوجائے۔

عام افراد (جن سے بھیک مانگی جاتی ہے) کی جانب سے درج ذیل کوتاہیاں صادر ہوتی ہیں:

①: استطاعت کے باوجود نہ دینا۔

②: مانگنے والے کو جھڑکنا، حالانکہ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے۔

③: سائل کو بھلا بُرا کہنا، اس کی ہتکِ عزت کرنا، عار دلانا، احسان جتلانا۔

④: سائل کو ذلیل اور کمتر خیال کرنا۔

حوالہ جات

١ – إتحاف ذوي المروة والإنافة بما جاء في الصدقة والضيافة ، ص: ١٤٢

٢ – صحيح مسلم، كتاب الزكاة، بَابُ كَرَاهَةِ الْمَسْأَلَةِ لِلنَّاسِ، ج:٢ ، ص:٧٢٠

٣ – صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، ج:٢ ، ص:١٢٣

٤ – شعب الإيمان للبيهقي، الزكاة، فصل في الاستعفاف عن المسئلة، ج:٥ ، ص:١٦٣

٥ – سنن أبي داود، كتاب الزكاة، بَابُ مَنْ يُعْطِي مِنَ الصَّدَقَةِ، وَحَدُّ الْغِنَى، ج:٢ ، ص:١١٦

٦ –إتحاف ذوي المروة والإنافة بما جاء في الصدقة والضيافة ، ص: ١٤٣

٧ – صحيح ابن حبان، باب صدقة التطوع، ذِكْرُ الْخِصَالِ الْمَعْدُودَةِ الَّتِي أُبِيحَ لِلْمَرْءِ الْمَسْأَلَةُ مِنْ أَجْلِهَا، ج:٨ ، ص:١٨٨

٨ –غناء کی وہ کونسی مقدار ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی کے لیے بھیک مانگنا جائز نہیں ہے؟ اس کے بارے میں روایات میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں، بعض میں پچاس درہم کا ذکر ہے، بعض میں ایک دن رات کھانے کا ذکر ہے، بعض میں چالیس درہم، بعض میں دوسو درہم، جبکہ بعض میں اوقیہ کا ذکر ہے، ان مختلف روایات میں تطبیق کیوں کر دی جائے؟ اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

معارف السّنن، باب من تحلّ له الزّكاة، ج:٥، ، ص:٢٥٩. ومنهاج السّنن، باب من تحلّ له الزّكاة، ج:٣ص ١٦٤

البتہ فقہائے حنفیہ نے بالعموم ایک دن یا ایک دن رات کے کھانے کا ذکر کیا ہے اور اس پر بھیک مانگنے کے جائز یا ناجائز ہونے کا مدار رکھا ہے، جیسا کہ اِس تحریر میں درج شدہ فقہی عبارات سے واضح ہوجاتا ہے، جبکہ یہ ضابطہ مسلم ہے کہ نصوص کے معانی ومفاہیم کو حضرات فقہائے کرام اور مجتہدین عظام ہی بہتر جانتے ہیں اور شرعی احکام کا استخراج واستنباط انہی کا حصہ ہے۔

٩ –یہ قید متعدد حدیثی روایات اور فقہی نقول کی بنا پر لگائی گئی ہے، مثال کے طور پر ’’سنن ابی داوٗد‘‘ میں ہے:

سنن أبي داود، ت: الأرنؤوط (٣/ ٧٥):

” عن عُبيد الله بن عَديّ بن الخِيار أخبرني رجلان: أنهما أتيا النبيَّ صلَّى الله عليه وسلم في حجَّة الوَدَاع وهو يقسِمُ الصدَقة، فسألاه منها، فرفَّع فينا البصرَ وخفَّضَهُ، فرآنا جَلدَين، فقال: ”إنْ شِئتُما أعطيتكما، ولا حَظَّ فيها لغِنيّ ولا لقويّ مُكتسب.“

’’الاختیارلتعلیل المختار: (١/ ١٢٢)‘‘ میں ہے:

”واعلم أن الغني على مراتب ثلاثة: غني يحرم عليه السؤال، ويحل لهُ أخذ الزكاة، وهو أن يملك قوت يومه وستر عورته ؛ وكذلك الحكم فيمن كان صحيحا مكتسبا.“

١٠ – فتاوى قاضي خان، كتاب الزكاة، فصل فيمن توضع فيه الزكاة، ج:١ ، ص:١٣٠

١١ – تحفة الفقهاء، كتاب الزكاة، باب من يوضع فيه الصدقة، ج:١ ، ص:٣٠٢

١٢ – تحفة الملوك، فصل في الميت، ، ص:٢٧٤

١٣ – بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الزكاة، فصل الذي يرجع إلى المؤدى إليه، ج:٢ ، ص:٤٩

١٤ – مسند أحمد، ط: الرسالة، مسند المكثرين من الصحابةؓ، ج:١٩ ، ص:٢٩٦

١٥ – الموسوعة الفقهية الكويتية، أحكام الحمالة، إباحة السؤال لأجل الحمالة، ج:١٨ ، ص:١٢٤

١٦ – الفتاوى البزازية، كتاب الصلاة، الثالث والعشرون في الجمعة، ج:١، ص:٣٩، قديمي

١٧- البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة، كتاب الكراهية، فصل في البيع، ج:٨ ، ص:٢٣٥
١٨- تحفة الملوك، فصل في الميت، ج:١ ، ص:٢٧٤
١٩- موطأ مالك، ت: الأعظمي، الترغيب في الصدقة، ج:٥ ، ص:١٤٥٠
٢٠- معالم السنن، كتاب الزكاة، ومن باب حق السائل، ج:٢ ، ص:٧٥
٢١- فتاوى قاضي خان، كتاب الزكاة، فصل فيمن توضع فيه الزكاة، ج:١ ، ص:١٣٠
٢٢- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل لهٗ، ج:٤، ص:١٣١٥
٢٣- الاختيار لتعليل المختار، كتاب الزكاة، فصل في الكسب، ج:٤ ، ص:١٧٦
٢٤- منحة السلوك في شرح تحفة الملوك، كتاب الكسب والأدب، ج:١ ، ص:٤٧٥
٢٥- عطرِ ہدایہ،ص:٣٥٥،مخرّج ومحقّق.

ایصالِ ثواب کی درخواست

۱۳/رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق ۳/مارچ ۲۰۲۶ء بروز منگل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی شاخ مدرسہ عربیہ اسلامیہ ملیر کے نگران واستاذِ حدیث اور محدث العصر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا سالک ربانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ انتقال فرما گئے، إنا لله و إنا إليه راجعون، إن لله ما أخذ ولهٗ ما أعطٰى و كل شيئ عندهٗ بأجل مسمّٰى ، اللّٰهم اغفر لهٗ وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزلهٗ . آمين.

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی کامل مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے، حضرتؒ کے صاحبزادگان اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔ بینات کے تمام باتوفیق قارئین سے حضرتؒ کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ تفصیلی مضمون آئندہ شمارہ میں شائع کیا جائے گا، ان شاء اللہ